© rasailojaraid.com

علم الآثار کے تناظر میں منتخب قرآنی آثار کا جائزہ

حافظ محمد سعید احمد عاطف *

محمد رفیق **

قرآن مجید کے کچھ مقامات کو سمجھنے کے لیے، "علم الآثار" کی ایک خاص اہمیت ہے۔ یہ جدید علم، قدیم آثار، کھنڈرات اور مدفون تہذیبوں سے بحث کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایسے متعدد مقامات ہیں، کہ جن کو اس فن کی بدولت بہترین طریقے پر سمجھا جاسکتا ہے۔ اور آج کے جدید معلومات کے حامل انسان کو، آرکیالوجی کی بنیاد پر، قرآنی صداقتوں کا قائل کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں، اثریات (Archaeology) کی جدید تحقیقات کے حوالے سے، تین قرآنی مقامات، کو منتخب کیا گیا ہے۔

اثریات (Archaeology) کی دریافتوں نے گمشدہ انسانی تہذیبوں کے خدوخال بہت نمایاں کر دیئے ہیں، اور ماہرین علم الآثار نے ان مدفون تہذیبوں کو احتیاط سے اکٹھا کر کے تاریخ کی بہت سی مستور حقیقتوں سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اور قرآن حکیم نے جن جن آثارِ عبرت کی جانب انسان کی توجہ دلائی تھی، آج وہ رمز و اشارے اپنی پوری تفصیل کی ساتھ آرکیالوجی کی بدولت ہمارے سامنے آگئے ہیں۔ اور اسی طرح جن جن علاقوں و شخصیات کی جانب قرآن نے اشارہ کیا تھا آج قرآن کریم کے اس اجمال کو علم الآثار نے تفصیل اور دلیل مہیا کر دی ہے۔
ذیل میں قرآن مجید کے چند ان مقامات کا مطالعہ کیا جائے گا کہ جو اثری دریافتوں کے تناظر میں جن کی تفہیم آسان ہوگئی ہے اور ساتھ ہی معلوم ہوگا کہ اس طرح کے قرآنی مقامات کو سمجھنے کیلئے آرکیالوجیکل سائنس ہمیں کس قدر مدد فراہم کرتی ہے اور دورِ حاضر میں اس کی، کس قدر ضرورت ہے اور یہ کہ اس طرح کی تحقیق کی بدولت، قرآن کی صداقت کو، اثریات سے "مبرہن" کر کے انسانیت کو ہدایت کی جانب لایا جانا ممکن ہے۔

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام:

ابراہیمؑ، انبیاء کرام کے سلسلۃ الذھب کی اہم کڑی اور مرکزی شخصیت ہیں۔ تینوں آسمانی مذاہب میں

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج راوی روڈ شاہدرہ لاہور، پاکستان۔

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور، پاکستان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کو ایک اولوالعزم پیغمبر مانا جاتا ہے۔قرآن کریم میں ایک مستقل سورۂ مبارکہ (ابراہیم) آپ کے نام سے موسوم ہے۔اس کے علاوہ آپ کا تذکرہ، پچیس سورتوں اور تریسٹھ آیات قرآنیہ میں آیا ہے۔حضرت ابراہیم کو قرآن ایک ''مسلم'' اور ''حنیف'' قرار دیتا ہے، اور آپ کو ایک ''امت'' اور ''قانت'' کے وصف سے یاد کرتا ہے۔(۱) بیت اللہ کی تعمیر ثانی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا اور اس کے گردو پیش میں آپ کی پاکیزہ زندگی کے آثار جیسے مقام ابراہیم وزمزم وغیرہ بکھرے پڑے ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو حضرت ابراہیمؑ سے ہی منسوب کیا ہے اور اپنی ''ابراہیمی نسبت'' پر انبساط کا اظہار فرمایا۔

پس منظر:

آپ عراق کے قصبہ 'اُر' کے باشندے تھے۔ ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ ان کی زندگی رشد و ہدایت سے روشن تھی۔ان کی قوم جو صابئ کہلاتی تھی بت پرستی، مظاہر پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا تھی۔

یہ قوم ہر سال ایک مذہبی میلہ، شہر کے باہر مناتی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس میں آپ کی شرکت پر اصرار کیا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ میں آج کچھ ''علیل'' سا ہوں اور نگاہیں ستاروں کی جانب اٹھائیں، وہ لوگ ستارہ پرست تو تھے ہی، سمجھے نحس ستارہ کے اثر میں ہیں۔ جب قوم شہر کے باہر رنگ رلیاں منا رہی تھی تو ابراہیمؑ بڑے دیوتا کے ہیکل (مندر) میں گئے، تو وہاں دیکھا، اس کے چرنوں (قدموں) میں تازہ پھل، عمدہ مٹھائی رکھی ہے۔ پوچھا تم کھاتے کیوں نہیں؟ میری بات کا جواب دو۔ پھر ایک کلہاڑی سے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ البتہ بڑے بت کو باقی رکھا اور اس کے کاندھے پر وہ کلہاڑی رکھ دی۔(۲)

''اُر'' شہر کے آثار اور محلِ وقوع:

حضرت ابراہیمؑ کا پیدائشی شہر ''اُر'' (Ur) اور اس کی تمدنی باقیات، اب دریافت ہوگئی ہیں۔ ماہرین اثریات کی دریافتوں اور فنی احتیاطوں کے سبب اسی شہر کی پوری طرح صورت گری، کر دی گئی ہے۔ان اثاریاتی نتائج کو ایک مؤرخ بیان کرتے ہوئے، شہر ''اُر'' کے مذہبی ماحول کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ''اُر شہر میں ننار (Nannar) جو چاند کا دیوتا تھا۔نیپور میں اِنل (Enil) جو ہوا اور بارش کا دیوتا تھا، لاسا میں ببار (Babbar) جو روشنی اور گرمی کا دیوتا تھا، اہم دیوتا سمجھے جاتے تھے اور باقی دیوتا اور دیویاں ان کے مصاحب خیال کیے جاتے تھے۔ یہ دیوتا اور دیویاں، انسانوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے، ان کے لیے غذا مہیا کی جاتی تھی۔قربانیاں ہوتی تھیں اور سامریوں کے عقیدہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطابق یہ شادیاں کرتے تھے اور ان کی اولاد ہوتی تھی۔ عام سامریوں پر پروہتوں کا بہت اثر تھا اور وہ ان کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔ مندروں کی عمارتیں کافی اونچی بنائی جاتی تھیں اور بعض مندروں کی اونچائی میناروں کی سی ہوتی تھی۔ ان مندروں میں یا ان کے دروازوں پر دیوتاؤں کی خیالی تصویریں اور بت رکھے ہوئے تھے جن کی عبادت کی جاتی تھی، ان دیوتاؤں سے متعلق قصے اور کہانیاں مشہور تھیں جن میں سے کچھ کا علم سامری آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے بعد ہوا ہے''۔ (۳)

اس شہر اور اس کی تہذیب کے حوالے سے زمانہ حال کے اثری انکشافات کے متعلق ''اطلس القرآن'' میں ہے:

''بائبل کے مطابق ابراہیمؑ جنوبی عراق کے شہر ''اُر'' میں پیدا ہوئے تھے اور پھر وہیں سے آپ نے حران کی طرف ہجرت کی تھی۔ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ''اُر'' عراق کا ایک قدیم ترین شہر تھا۔ جسے چوتھی ہزاری ق۔م (۴۰۰۰ق۔م) میں سمیری قوم نے آباد کیا تھا۔ تیسری ہزاری میں یہ شہر اپنے عروج کو پہنچا۔ ۲۰۰۰ق۔م کے لگ بھگ خوزستان (فارس) نے اسے بڑی حد تک تباہ کر دیا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم یہاں آئے۔

کلدانی بادشاہوں کے عہد (۶۲۶ق۔م تا ۵۳۹ق۔م) میں ''اُر'' نے ایک بار پھر شہرت حاصل کی حتیٰ کہ ایرانی شہنشاہ کوروش کبیر (خورس یا سائرس اعظم یا ذوالقرنین) نے اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد ''اُور'' بتدریج زوال کی نذر ہو گیا۔

کلدانی حکمرانوں کی نسبت سے اسے ''اُور کلدانیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ انگریز محقق لیونارڈ وولے نے ۳۴-۱۹۲۲ء میں ''اُر'' کے کھنڈر دریافت کیے جو الناصریہ شہر کے بالمقابل دریائے فرات کے جنوب میں تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بابل سے ''اُور'' تقریباً ۲۲۵ کلومیٹر جنوب میں ہے۔ ''اُر'' ان دنوں ''تل المُقَیر'' کہلاتا ہے۔'' (۴)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی، زمانہ حال کی اثری تحقیقات اور دریافتوں کے حوالے سے یوں آگاہ کرتے ہیں:

''سالِ ولادت سر چارلس مارسٹن محقق اثریات کی جدید ترین تحقیق کے مطابق ۲۱۶۰ ق م ہے اور عمر شریف توریت میں ۱۷۵ سال درج ہے۔ سالِ وفات اس حساب سے ۱۹۸۵ ق م ٹھہرتا ہے۔ والد کا نام ''تارح'' تھا۔ یا عربی تلفظ میں ''آزر'' نام کا تلفظ قدیم زبانوں میں کئی کئی طرح آیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے قرآن لفظ ''آزر'' کافی ہے۔ وطنِ آبائی، ملکِ بابل کے کلدانیہ (انگریزی تلفظ میں کالڈیا) تھا۔ جدید جغرافیہ میں اسی کو ملک عراق کہتے ہیں۔ جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی، اس کا نام توریت میں اُر (UR) آیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدتوں یہ شہر نقشہ سے غائب رہا۔ اب از سرِ نو نمودار ہوگیا ہے۔ کھدائی کے کام کی داغ بیل ۱۸۹۴ء ہی میں پڑ گئی تھی۔ ۱۹۲۲ء میں برطانیہ اور امریکہ کے ماہرینِ اثریات کی ایک مشترک تحقیقی مہم برٹش میوزیم اور ''پنسلوینیا یونیورسٹی'' کے زیر اہتمام عراق کو روانہ ہوئی۔ اور کھدائی کا کام پورے سات سال تک جاری رہا۔ رفتہ رفتہ پورا شہر نمودار ہوگیا اور عراق گورنمنٹ کے محکمہ آثارِ قدیمہ نے عجائب خانہ کے حکم میں لاکر ان کھنڈروں کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ شہر خلیج فارس کے دہانہ فرات اور عراق کے پایہ تخت بغداد کے تقریباً درمیانی مسافت پر واقع ہے''۔(۵)

اس کی کھدائی کے دوران جو کتبات برآمد ہوئے ہیں ان سے اس شہر کے متعلق بہت سی تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی بعض تفصیلات اور باشندگانِ ملک کے دینی واجتماعی حالات سے بھی پردہ ہٹا ہے۔ علم الآثار کی بدولت ہی ہمیں معلوم ہوا کہ اس شہر کے خدو خال کیا ہیں اور کئی ایک ایسے آثار ملے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتی مساعی کے ردِ عمل کا اندازہ اس مرکزی مندر سے ہوتا ہے جو عین شہر کے بیچ میں ہے۔ اسی طرح گھروں کے اندر متعدد مورتیاں بھی دستیاب ہوئیں جن سے اس عہد کے شرکیہ عقائد اور مذہبی رسومات وتوہمات کا علم ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے قدیم شہر ومولد کی دریافت کے حوالے سے مولانا لطف اللہ قادری فلاحی لکھتے ہیں:

''اُر (UR) ایک ترقی یافتہ شہر تھا اور اسے صنعتی وتجارتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اس شہر کی آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی۔ ''عمیلو''، ''مشکینو''، اور ''اردو''۔

i- عمیلو: طبقہ کے لوگ اونچے اور بااثر لوگ تھے۔ ان میں عبادت گاہوں کے پجاری، مہنت، حکومت کے عہدے داران اور فوجی افسر ہوتے تھے۔

ii- مشکینو: میں تاجر، اہلِ صنعت، کسان اور زراعت پیشہ لوگ ہوتے تھے۔

iii- اُردو: طبقہ کے لوگ بندھوا مزدور اور غلام ہوتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام، کا خاندان عمیلو طبقہ سے تعلق رکھتا تھا''۔(۶)

اثری اہمیت:

اس شہر کے دریافت ہونے سے پہلے اس کے متعلق کوئی حتمی اور یقینی معلومات مؤرخین کے سامنے نہ تھیں۔ لیکن اب اس کی اہم تفصیلات اہلِ علم یعنی ماہرینِ اثریات (Archeologists) نے مہیا کرلی ہیں اور اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم شہر کی معاشرت اور تہذیب کیا تھی۔ قرآن کے اشارات کو سامنے رکھتے ہوئے علم الآثار نے اس میں خوبصورت رنگ بھرے ہیں اور قرآنی اجمالات کو اپنے فنی علم سے تفصیلات مہیا کردی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب ضرورت ہے کہ عہد ابراہیمی کے حالات و واقعات اکٹھے کیے جائیں اور علم الآثار کی مدد سے کھدائیوں کے نتائج کو متعلقہ آیاتِ قرآنیہ کی تشریح میں بطور معاون کام لیا جائے۔اس سے قرآن کے رمز و کنایا کو سمجھنا بھی آسان ہو جائے گا اور کئی عقدوں کو حل کیا جانا ممکن ہو جاتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے خاندان اور اس وقت کی سوسائٹی میں موجود مختلف طبقات کی نشاندہی بھی علم الآثار کی مدد سے ہوگئی ہے۔قرآن کریم نے اس شہر کے مرکزی معبد کی جو منظر کشی کی تھی اور اس میں ابراہیم علیہ السلام کو بت شکنی کرتے ہوئے دکھایا تھا۔ جدید اثری دریافتوں نے اب اس معبد (مندر) کو دریافت کرلیا ہے اس سے اس معاشرے کی تصویر سامنے آگئی اور بت شکنی کے مناظر بھی سمجھ میں آگئے۔ نیز اثری کھدائیوں سے شہر کے عین وسط میں اس معبد کی موجودگی، اس کی مرکزیت بتلاتے ہوئے قرآنی صداقت کی تائیدیں مزید کرتی ہیں۔ گویا اثریات کی بدولت عہد ابراہیمی کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی ہستی کے متعلق، زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اسی طرح ابھی ان سوالات کو آرکیالوجی کے توسط سے حل کرنا ہے کہ آپ کا مولد، آپ کی جوانی کے عرصے کے مقامات اور آپ کے اعلان توحید کی جگہ، کون سی تھی۔ وہ کون سا معبد تھا جس کے بتوں کو آپ نے توڑا تھا، قرآن پاک اس پر ہمیں کیا اشارات دیتا ہے۔ اس کے وقت مذہبی اور معاشرتی حالات کیا تھے۔ ان سوالوں کے جوابات سے تاریخ اور دعوتِ ابراہیمی کے بہت سے عقدے حل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اب اثریات (Archaeology) کی مدد سے ہمیں ان سوالات کے جوابات ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ اثری کھدائیوں سے کئی حقائق بے نقاب ہوئے، کئی پوشیدہ و مستور راز عیاں ہو رہے ہیں۔ اور تاریخ کے گم نام گوشوں پر علم الآثار اپنی روشنی ڈال کر کئی پہلوؤں کو نمایاں کر رہا ہے اور متعدد مقامات پر قرآنی صداقتوں کو یہ علم اپنی تائید مہیا کر رہا ہے۔

(ب) آثار قومِ عاد:

قرآن مجید میں، نافرمان اقوام سابقہ کے ذکر میں قومِ عاد اور ثمود نمایاں ہیں۔ متعدد آیات میں ان کی تباہی کا نقشہ کھینچا گیا اور ان کی سرکشی و طغیان کو واضح کیا گیا ان کے کھنڈرات و آثار کو بطور نشانِ عبرت انسان کے سامنے رکھ گیا۔ (۷) خدا فراموشی اور ان کے طغیان و عدوان کے سبب یہ کس طرح اللہ کے قانون کے عذاب کی زد میں آگئے۔ اس قوم کو اس سرکشی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''فاما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ''(۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفسیر طبری میں ہے:

يقول تعالى ذكره واما عاد قوم هود فاهلكهم الله بريح صرصر وهى الشديدة العصوف مع شدة بردها.(۹)

ان کا انجام اس قدر عبرت انگیز اور دہشت ناک تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک میں کچھ سفید بال ظاہر ہوئے تو صحابہ نے حیرت کے ساتھ اس کا سبب دریافت کیا۔ مکمل روایت یہ ہے:

قال ابو بكر يارسول الله قد شبت قال شيبتنى هود والواقعة والمرسلات وم يتساء لون واذا الشمس كورت وفى رواية هود واخواتها.(۱۰)

دوسری جگہ نصرت الٰہیہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تیز ہوا سے میری مدد ہوئی اور تیز ہوا سے ہی عاد کو ہلاک کیا گیا۔(۱۱)

حدود اربعہ:

مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف اور پھر خیبر سے تبوک کی بائیں جانب نکلیں تو عاد و ثمود کی، اجڑی ہوئی بستیوں کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ دور حاضر کی اثریاتی تحقیق نے ان بستیوں کے ایک ایک مقام کو سمجھ لیا ہے، ایک ایک جگہ کی تفصیل اکٹھی کر لی گئی ہے اور معلوم کر لیا گیا ہے کہ اس وقت کی معاشرت کیا تھی، اور یہ لوگ کس طرح تباہ ہوئے۔

نسلی تعارف:

''حضرت ہود علیہ السلام سامی نسل کے قدیم ترین پیغمبروں میں سے ہیں وہ قوم عاد میں مبعوث ہوئے۔ یہ عرب کی ایک قدیم قوم تھی جو جنوبی عرب میں آباد تھی۔ اس کے حدود مشرق میں خلیج فارس کے شمال سے، مغرب میں بحر قلزم کے جنوب تک وسیع تھے۔ گویا آج کے یمن، عمان وغیرہ سب اس میں شامل تھے اور ان کا پایہ تخت یمنی شہر حضر موت تھا۔ عرب ان باشندوں کو امم بائدہ (ہلاک ہو جانے والی قومیں) یا عرب عاربہ یعنی خالص عرب کہتے ہیں۔ عاد کے علاوہ ثمود، طسم اور جدیس ان ہی کی شاخیں تھیں جو اس وسیع علاقے میں آباد ہو گئیں یہ سب ۱۳ قبیلے تھے انہیں عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے''۔(۱۲)

طوفانِ نوح کے بعد جب دنیا دوبارہ آباد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو قومِ نوح کا جانشین بنایا اور بے مثال جسمانی ڈیل ڈول عطا کیا، ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے، جزیرہ نمائے عرب میں عمان سے لے کر ''حضر موت'' یمن اور حدودِ عراق تک ان کی بستیاں تھیں، ان کی زمینیں بڑی سرسبز و شاداب تھیں، ہر قسم کے باغات تھے، رہنے کے لیے بڑے بڑے شاندار محلات بناتے تھے، بڑے قد آور اور جسمانی طاقت کے مالک تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر ان کی کج فہمی نے انہی نعمتوں کو ان کے لیے وبالِ جان بنا دیا، قوت و شوکت کے نشے میں بدمست ہو کر ڈینگیں مارنے لگے کہ: ''مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً'' (۱۳)

قومِ عاد کا زمانہ:

یہ جس عہد میں تھے اس میں پیغمبران وقت نے انہیں توحید کا سبق پڑھایا تا آنکہ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مذہبی حالت کی اصلاح شروع کی اور تصحیح عقائد کے ساتھ ساتھ انہیں ظلم و عدوان سے روکا۔ یہ عہد کی ترقی یافتہ قوم تھی۔ ایک زمانہ ان کی ترقی کا معترف تھا۔

> ''قوم عاد کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے کا بتایا جاتا ہے قرآن مجید میں انہیں قوم نوح علیہ السلام کا جانشین کہا گیا ہے۔ ان کا مسکن ارض احقاف تھا بلکہ علاقہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع تھا کہ اس کے مشرق میں عمان اور شمال میں ربع الخالی تھا۔ آج کا صحرائے ربع الخالی کسی زمانے میں آباد تھا۔ جدید تحقیقات سے پتا چلا ہے کہ قوم عام کے زمین میں دھنسے اکثر آثار پر ربع الخالی کی ریت بکھری ہوئی ہے مؤرخوں کی تحقیق کے مطابق قوم عاد کی آبادی عرب کے سب سے بہترین علاقے حضر موت اور یمن میں خلیج فارس کے ساحلوں سے حدود عراق تک پھیلی ہوئی تھی اور یمن ان کا پایہ تخت تھا اور بلند عمارتیں تعمیر کر کے ان میں رہتے تھے''۔ (۱۴)

مذہبی حالت:

ان کے ہاں خواہشوں کی پرستش، مادی آسائشیں اور فارغ البالی نے انہیں خالق حقیقی سے دور کر دیا تھا۔ دولت کی کثرت کے سبب تمرد و سرکشی پیدا ہو گئی تھی۔ نتیجتاً ایک الہ کی سچی تعلیمات ان کے مفادات سے متصادم تھیں اس لئے انہیں نئے صنم تراشنے پڑے تا کہ اپنی نفسانی خواہشوں کو ظاہرا مذہبی جواز فراہم کیا جا سکے۔

> ''قوم عاد بھی بت پرست تھی۔ قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کے علاوہ وہ صمود ہتار اور صدر نامی بتوں کی بھی پرستش کرتی تھی یہ قوم جسمانی اعتبار سے بڑے مضبوط اعضاء کی مالک تھی۔ سلطنت اور حکومت بھی وسیع تھی۔ علاقے زرخیز اور پیداوار وافر تھی قوم عاد بڑے اچھے صناع، سنگ تاش اور اپنی تعمیرات کے لئے مشہور ہوئے ہیں اس سے ماہر ہوتا ہے کہ جن علوم و فنون پر یہ صنعتیں بنتی ہیں جیسے ریاضی انجینئری وغیرہ میں بھی یہ ماہر تھے۔ بڑے بڑے ڈیم بناتے تھے دنیاوی عیش اور فارغ البالی نے انہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا تھا''۔ (۱۵)

مولانا رفیع عثمانی نے اس علاقے کا سفر کیا ہے۔ آپ اس مغضوب علاقے کی منظر کشی کرتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''شہر ''العلا'' کی حدود کے اندر بھی اور باہر بھی اکثر پہاڑ اور ٹیلے بہت ہی عجیب وغریب اور پراسرار سے ہیں، میں نے دنیا میں کہیں بھی ایسے پہاڑ نہیں دیکھے، کوئی بالکل سیدھا اور بہت اونچا، باریک الف کی طرح کھڑا ہے، یا اسے مسخ شدہ مینار سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، کوئی بہت ہی بڑے گنبد سے ملتی جلتی مگر کھردری گولائی لیے ہوئے ہے، کوئی بہت لمبے چوڑے اور بہت ہی اونچے بند ڈبے کی سی شکل کا ٹوٹا پھوٹا چبوترا سا دکھائی دیتا ہے... سارے پہاڑ سیاہ ہیں...''(١٦)

اس نافرمان اور بدمست قوم پر، اللہ کی پکڑ، کس طرح آئی، مفتی رفیع عثمانی لکھتے ہیں:

...''ہود علیہ السلام، نے قوم عاد کو بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرنے اور ظلم وجور چھوڑ کر عدل وانصاف اختیار کرنے کی تلقین فرمائی، مگر یہ لوگ اپنی دولت وقوت کے نشے میں سرشار تھے، بات نہ مانی جس کے نتیجے میں ان پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی، ان کی زمینیں خشک ریگستان بن گئیں، باغات جل گئے، مگر اس پر بھی یہ لوگ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو ان پر وہ ہولناک عذاب آیا جس نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، آٹھ دن اور سات راتوں تک ان پر بہت سخت قسم کی آندھی کا عذاب مسلط ہوا، جس نے ان کے رہے سہے باغات کو اور محلات کو بھی زمین پر بچھا دیا، ان کے آدمی اور جانور ہوا میں اڑتے اور پھر سر کے بل آ کر گرتے چلے گئے، اس طرح یہ قومِ عاد پوری کی پوری ہلاک کر دی گئی۔''(١٧)

علم الآثار کی ایک اہم دریافت

صحف مقدسہ، اسرائیلی روایات اور قرآن مجید میں ان پر وارد عذاب کی اپنے اپنے انداز میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔ الہامی سچائیاں اپنی جگہ بجا ہیں لیکن اس کے لئے تاریخ اور آثار سے مدد لے کر آج کے انسان کے سامنے علم الآثار ایک ناقابل تردید ارضی وعینی ثبوت فراہم کر دیتا ہے۔ مطلقا تو ان بستیوں کے آثار ملتے ہیں لیکن عذاب الٰہی کی جزئیات تک کی تصدیق آرکیالوجی کی بدولت ممکن ہوئی۔ علم الآثار (Archaeology) اس فتح کی یہ داستان بڑی حیرت انگیز ہے۔

''یہ شہر عذاب الٰہی سے زمین کے اندر دھنس گیا۔ سائنس دانوں نے حساس آلات کے ذریعے اس شہر کو دریافت کر لیا ہے۔ امیرکا کی خلائی ایجنسی ''ناسا'' کے شٹل چیلنجر (Shutle Challenger) نے ملک عمان کی جو تصاویر ۱۹۸۴ء میں خلا سے لی تھی ان کے مطابق ریت کے پہاڑوں کے نیچے مدفون ہزاروں سے پرانا شہر ''ادبار'' دریافت ہوگیا ہے۔ امریکہ کی ایک ٹیم نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ پروجیکٹ کوئی دس سال قبل شروع کیا تھا۔ جنوبی عمان کے صحرائے ربع الخالی (Empty Quarter) میں ریت کے انبار کے نیچے یہ شہر ہے۔ دسمبر ۱۹۹۱ء میں اس شہر کو برآمد کرنے کے لئے کھدائی کا کام شروع ہوا۔ کھدائی کے چند ہفتوں بعد ہی سائنس دانوں اور ماہرین آثار قدیمہ کو اس شہر کے نقشے اور ہیئت کا اندازہ ہو گیا اس کی دیواریں پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ ستون گارے، مٹی اور کچی اینٹوں سے بنے ہوئے۔ گھروں میں بہت سے کمرے تھے جن میں پرانے برتنوں کے ٹکڑے بھی ملے ہیں''۔

''ادبار'' کو ستونوں والا شہر کہا گیا ہے آثار قدیمہ کے ماہرین کا برتنوں کی مدد سے لگایا ہوا محتاط اندازہ اس شہر کے ۲۸۵۵ سال پرانا ہونے کا ہے یہ بھی خیال ہے کہ یہ شہر کسی ناگہانی آفت کے نیچے میں زمین کے اندر ایک Sink Hole میں پھسل کر پورا کا پورا دفن ہو گیا۔ امریکہ کی منٹسوری اسٹیٹ یونیورسٹی کے ماہرین آثار قدیمہ اس شہر کو تلاش کرنے کے لئے خلاء سے اکتوبر ۱۹۸۴ء سے ملک عمان کی تصویر لے رہے تھے ان تصاویر میں ''صحرائی ہائی وے'' جو ریت کے اندر مدفون تھے ان کا کھوج لگایا گیا ہے۔ یوں ان سڑکوں اور ہائی وے کو مدنظر رکھتے ہوئے شہر کے صحیح مقام کا تعین ہو گیا ہے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ چند مہینوں میں شہر کے آثار مل گئے۔ ''ادبار'' کو ''ستونوں والا شہر'' کہا گیا ہے جو بالکل درست ہے قرآن نے یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ اتنے ترقی یافتہ تھے کہ ''ان کے مانند کوئی قوم ان ملکوں میں پیدا ہی نہیں کی گئی تھی'' (۱۸)۔ التی لم یخلق مثلها فی البلاد۔ یہ واقعہ بھی قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے''۔ (۱۹)

اس شہر کی دریافت اور اس کی جزوی تفصیلات تک کی نشاندہی اور ان سے مختلف نتائج کا استنباط یہ سب کچھ اثریات کے منظم اور مربوط علم کے سبب ممکن ہوا۔ اس علم کی بدولت قرآنی اشاروں اور رمزو کنایہ کو مکمل اثری تفصیلات سے مبرہن کر کے ہم آج کے انسان کو صداقت قرآنی کے عجاز کی جانب متوجہ کر سکتے ہیں تا کہ وہ ہدایت کی نعمت کو پا سکے۔

قومِ ثمود کے آثار:

یہ قوم بھی اپنی سرکشی اور تمرد میں حد سے بڑھ گئی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب وتوہین کی۔ اور عذاب الٰہی کے سبب اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے: فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية (۳۹) امام ابن کثیر لکھتے ہیں: تکذیب ثمود واهلاكهم ،يخبر تعالى عن ثمود انهم كذبوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسولهم سبب ما كانوا عليه من الطغيان والبغى (۲۰)

تعارف وعلاقہ:

اس قوم کا زمانہ حضرت ابراہیم سے پہلے کا ہے۔حضرت ابراہیم کے عہد میں اس کے برباد شدہ آثار موجود تھے۔اس قوم کے اندر حضرت صالح علیہ السلام بطور پیغمبر مبعوث ہوئے۔اس قوم کا اجمالی تعارف اس طرح سے ہے۔

''حضرت صالح علیہ السلام سامی قوم کی شاخ ثمود میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔یہ وہی قوم ہے جس کے کچھ اہل ایمان قوم عاد پر آئے عذاب الٰہی کے وقت حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے بعد میں یہی عاد ثانیہ کہلائے۔چنانچہ یہ قوم بھی عرب بائدہ یعنی ہلاک شدہ عربی نسل سے ہے۔ثمود اس قوم کا جد اعلیٰ تھا اس لئے یہ قبیلہ اس کے نام سے منسوب ہے۔ثمود حجر میں آباد تھے۔حجاز اور شام کے درمیان وادیٔ قریٰ کا میدانی علاقہ ان کا مسکن تھا جو فج الناقہ اور مدائن صالح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ مدینہ منورہ سے تقریبا ۴۰۰ کلومیٹر شمال میں تبوک کے راستے پر واقع ہے کبھی یہاں قوم ثمود کی سر سبز اور شاداب بستیاں آباد تھیں لیکن آج ان بستیوں کے کھنڈرات انسان کے لئے درس عبرت ہیں۔یہ قوم فن سنگ تراشی میں اپنی مثال آپ تھی۔سرخ پہاڑوں کو تراش کر ان میں عالی شان محل تعمیر کرتی تھی۔بادشاہ جندع کا محل قصر بنت (شاہی حویلی) اب تک موجود ہے اس میں متعدد کمرے اور پتھر سے تراشے ہوئے فرنیچر ہیں ایک بڑا حوض ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ عظیم الشان حویلی پوری کی پوری پہاڑ کر بنائی گئی ہے۔اس کے چاروں طرف پہاڑوں میں سرداروں کے محل بنے ہوئے ہیں پہاڑ نرم پتھروں کے اور سرخی مائل ہیں۔اس قوم نے ایسی سترہ سو بستیاں آباد کیں جو خوش نما سرسبز اور شاداب تھیں۔العلاء سے کوئی ۲۵ کلومیٹر پر ان بستیوں کے کھنڈر اور آثار موجود ہیں''۔(۲۱)

آثار مغضوبہ اور نبی کریم ﷺ کا طرز عمل:

قرآن مجید کے قانونِ عروج وزوال کے مطابق ان آثار باقیہ کا حاصل عبرت انگیزی ہے کہ جسے دیکھ کر انسان کو اپنی بے بسی اور اللہ کی جباری وقہاری یاد آئے اور وہ کسی لمحے بھی توحید الٰہی کے تقاضوں سے غافل نہ ہو۔اس طرح سے یہ آثار، اس کی ہدایت کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔اور ان سے مسلسل عبرت اندوزی ایک اللہ سے ڈرنے والے انسان کے لئے ہدایت پر استقامت کا سبب بن جاتی ہے۔نبی کریم ﷺ کا اس بارے میں یہ حکیمانہ طرز عمل تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''نزول قرآن کے زمانے میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گزرا کرتے تھے۔ نبی ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر جب ادھر سے گزرے تو آپ نے مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے اور وہ سبق دیا جو آثار قدیمہ سے ہر صاحب بصیرت انسان کو حاصل کرنا چاہیے ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشان دہی کر کے بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صرف اسی کنویں سے پانی لینا، باقی کنوؤں کا پانی نہ پینا ایک پہاڑی درے کو دکھا کر آپ نے بتایا کہ اسی درے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی۔ چنانچہ وہ مقام آج بھی ''فج الناقہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے کھنڈروں میں جو مسلمان سیر کرتے پھر رہے تھے ان کو آپ نے جمع کیا اور ان کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں ثمود کے انجام پر عبرت دلائی اور فرمایا کہ یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ لہٰذا یہاں سے جلدی گزر جاؤ، یہ سیر گاہ نہیں ہے بلکہ رونے کا مقام ہے''۔(۲۲)

گویا یہ آثار آج بھی جملہ انسانوں کے لئے اپنی عبرت انگیزی کے سبب ذریعہ ہدایت بن سکتے ہیں۔

قوم ثمود کے تناظر میں علم الآثار کی افادیت:

قوم ثمود کی اس بحث کے ذیل میں سید سلیمان ندویؒ، ان ''اثریات کی تاریخ'' پڑھ کر بڑی منفرد رائے قائم کرتے ہیں، ان کہنا ہے کہ قوم ثمود کو دیئے گئے عذاب کی نوعیت ''آتش فشانی زلزلے'' کی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود کے مساکن و مقامات کی پہاڑیاں، آتش فشاں مادے سے لبریز ہیں۔(۲۳)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس قوم کی سرکشی وطغیان کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور پھر اس پر عذاب الٰہی کا جو کوڑا برسا ہے اس کی کئی پہلوؤں سے جا بجا وضاحت فرمائی گئی ہے۔ ان مقامات کو دیکھنے سے قرآن مجید کی ایک ایک بات کی عملی تصدیق ہوتی ہے۔ محمد عاصم الحداد، سید مودودی کے ساتھ اس علاقے میں گئے تو انہوں نے یہاں کی تفصیلات اس طرح سے بیان کیں:

پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ثمود نے جو گھر بنائے تھے وہ چاروں طرف بکثرت نظر آتے تھے، درمیان میں ایک وسیع وادی ہے جس میں اب کوئی آبادی نہیں، کہیں کہیں بدوؤں کا ایک آدھ سیاہ خیمہ نظر آجاتا ہے اور بس، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثمود کی اصل آبادی اس وادی کے اندر تھی اور پہاڑوں کو کاٹ کر انہوں نے جو مکانات بنائے تھے وہ دراصل سامان رکھنے اور مردوں کو دفن کرنے کے لئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ان مکانات میں ان کی رہائش بھی تھی ہم نے چل پھر کر چند مکانات کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھا اور ان کے اندر سے بھی اور باہر سے بھی متعدد فوٹو لیے۔ ان مکانات کے دروازے باقاعدہ تراشے ہوئے ہیں اور ان پر بعض جانوروں (گھوڑوں، عقاب وغیرہ) کی تصاویر بھی کندہ ہیں۔ ایک مکان کے دروازے کے اوپر عبارت بھی موجود ہے۔" (۲۴)

ان تمام آثار کی تفصیلات مکانات انکی کھڑکیوں اور دروازوں کی ہیئت، معذب علاقے کی دل پر دہشت وغیرہ امور وہاں جائے بغیر پوری طرح سمجھ نہیں آتے اور علم الآثار سے عدم استفادہ کے سبب ان آثار سے نتائج واستنباط کا حصول ممکن نہیں۔ اس لئے علم الآثار فہم قرآن میں ایک معاون علم کا درجہ حاصل کر گیا ہے۔ اس کی بدولت قرآنی صداقتوں کو اثری مؤیدات میسر آئی ہیں۔ یہ وہ علم ہے جس نے ایک ایک جز سے اصول اور معاشرت کے انداز اخذ کیے۔ اور برباد شدہ شہروں کا مرقع ہمارے سامنے اس عہد میں رکھ دیا۔ اور عذاب الہیہ سے قبل ان شہروں کی ہیئت، بودوباش اور طرز معاشرت سے ہمیں آگاہی میسر آسکی۔

آج بھی ایک مفسر کو اس طرح کی آیات کی توضیح کے لئے علم الآثار سے بقدر ضرورت آگاہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ سید مودودی نے اپنی تفسیر مرتب کرنے سے پہلے اسی تناظر میں ان آثار باقیہ کا مشاہداتی سفر ضروری سمجھا تاکہ وہاں محل وقوع، عذاب الٰہی کے آثار اور مغضوب بستیوں کے تفصیلی احوال سے بچشم خود آگہی ہو۔

عہد حاضر میں علم الآثار سے استفادہ کی ضرورت:

اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ قوم عاد کے ان مغضوب علاقوں، پہاڑوں اور بستیوں کا آرکیالوجیکل معائنہ کر کے، اس کی تفصیلات اکٹھی کی جائیں اور ان آثارِ باقیہ کو نشانِ عبرت کے طور پر محفوظ کیا جائے۔

یہ مغضوب اقوام، ان کی الٹی ہوئی بستیاں، یہ تباہ شدہ علاقے، جو اب ویرانے اور کھنڈر بن چکے ہیں، ان میں آج کے انسان کے لیے عبرت وموعظت اور ہدایت وبصیرت کا ایک جہاں پوشیدہ ہے۔ ان آثاروں کی طرف کتاب حکیم، ہمیں جابجا متوجہ کرتی ہے اور ان "اجڑے دیاروں" کو بطور "آیت الٰہی" کے پیش کرتی ہے۔

ان مغضوب ومقہور اقوام کی بستیوں، علاقوں، تہذیبوں کا کھوج لگانا ان کے "آثار باقیہ" کو سمجھنا، انہیں انسانیت کے لیے محفوظ رکھنا، ان کے ظروف و رسوم و دیگر جزئیات سے اصول مستنبط کرنا اور دریافت شدہ تہذیبی آثاروں کے اصولوں سے جزئیات کی تعبیر کرنا، ہی اصلاً "اثریات" ہے۔ ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو انسانی تاریخ اور انسان کی تگ و تاز، جہد و مشقت، سعی و کاوش کی معلوم و نامعلوم جہتوں کا کھوج اور سراغ لگانا بھی، "اثریات" (Archaeology) ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماضی سے عبرت ونصیحت حاصل کر کے اپنے "حال" کو درست کر سکتا ہے نیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیبی سفر کی اس داستان سے عروج و زوال کے الٰہی قوانین کا علم بھی ہوتا ہے اور انسان کے اندر اللہ کے قانون ہدایت پر عمل کا جذبہ بڑھتا ہے اور ساتھ ہی یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ''فطرت اللہ'' سے اغماض برتنے پر کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سابقہ قوموں کو: ''نسیامنسیا''(۲۵) کر کے رکھ دیا اور: ''فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً ''(۲۶) ''وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ''(۲۷) کے اشاروں کو''علم لآ ثار'' (Archaeology) کس طرح تدریجی ترتیب کی صورت میں، انسانیت کے سامنے پیش کر کے، بندوں کے لیے عبرت و موعظت کا جیتا جاگتا نمونہ آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور انسانی روح تک، اللہ کی اطاعت کے جذبے سے سرشار ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آرکیالوجی کے، اس دقیق فن کی مدد سے قرآن کے ذکر کردہ آثار و مقامات کی جملہ فنی لوازم کے ساتھ تحقیق کرنے سے، اس سے صداقتِ قرآنی کے گوشے بے نقاب ہوں گے، اور لوگوں کے سامنے، قرآنی حقائق کو ایک سائنس کی صورت میں پیش کر کے ہدایت کی طرف متوجہ کیا جا سکے گا، تاکہ قرآن کی صداقت ان کے اذہان و قلوب تک سرایت کر جائے۔

قرآن مجید ان آثارِ باقیہ کو پوری انسانیت کے سامنے بطور عبرت پذیری کے پیش کرتا ہے۔ اس لیے آج Science of Archaeology کی بدولت قرآن مجید کے اس پہلو کو نمایاں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اب ان مقامات کو اس کیفیت اور تفصیل سے سمجھنا، آرکیالوجی کے سبب از حد آسان ہو گیا ہے۔ اس لیے آرکیالوجی تفسیرِ قرآن کے معاون علوم میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔

آج کے مفسر کو دیگر ضروری دینی علوم اور عربیت کے علاوہ آثار قدیمہ سے بھی مناسب آگاہی ہونی چاہیے تاکہ وہ تفسیری ادب کے سلسلے کو آج کی ''اثری دریافتوں'' کے تناظر میں آگے بڑھا سکے اور آج کے باخبر انسان کے سامنے آثارِ قدیمہ کی صداقت قرآنی کے استشہاد کے طور پر دنیا کے سامنے رکھا جا سکے اور انسانی تاریخ کے تہذیبی سفر میں آثار قدیمہ کے کھنڈرات کی تباہی کی وجوہ و علل تلاش کر سکے۔

ہمارے عہد کے ایک مفسر مولانا عبدالماجد دریا آبادی اس علم کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''اگر صحیح نقطہ نظر اور ایمان و معرفت کے پہلو سے (آرکیالوجی کا) مطالعہ کیا جائے تو یہ بجائے خود ایک جہاد ہے۔''(۲۸)

ایک اور مقام پر آپ لکھتے ہیں:

> ''اس میں تعلیم و ترغیب ہے کہ انسان پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور بڑی بڑی مہذب و با اقبال قوموں، سلطنتوں کے آثار اور مٹے ہوئے کھنڈروں سے سبق لے۔ نقطہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر صحیح اور توحیدی ہو جائے تو مسلمان طالب علم کیلئے جغرافیہ، تاریخ اور اثریات ان سارے علوم کا مطالعہ عبادت بن سکتا ہے۔'' (۲۹)

گویا فاضل مفسر اسے ''فکری جہاد'' اور ''عبادت'' قرار دے کر بتلا رہے ہیں کہ آج کے دور میں خاص طور پر اس فن کی کس قدر اہمیت ہے اور ہم آج آرکیالوجی کی مدد سے عالم کفر کے طالب ہدایت کی، کس طرح ہدایت کی جانب رہنمائی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک ''فکری جہاد'' ہے اور ''اعلائے کلمۃ اللہ'' کی ایک صورت اور اس میں اپنی صلاحیتوں کا کھپانا بھی ایک طرح سے اہم دینی خدمت بن جاتا ہے۔ اور اس طرح سے آرکیالوجیکل سائنس فہم قرآن کے معاون علوم کی بابرکت صف میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے اور عبرت پذیری وعبرت آموزی کی ایک مجسم شکل بن کر انسانیت کو ہدایتِ قرآنی کی جانب متوجہ کرتی ہے۔

اسلاف میں تفسیرِ قرآن کے امام، علامہ قرطبی کمال انداز سے آثارِ قدیمہ کی افادیت بتلاتے ہیں:

''سافروا فی الارض فانظروا واستخبروا لتصرفوا ماحل بالکفرة قبلکم من العقاب والیم العذاب وھذا السفر مندوب الیه اذا کان عل یسبیل الاعتبار بآثارِ من الامم''(۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات وحواشی

(۱) النحل،۱۶: ۱۲۰

(۲) الانبیاء،۲۱: ۵۲تا۶۶

(۳) زبیری، ظفر عمر، پروفیسر، قدیم تہذیبیں اور مذاہب، دارالشعور، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۵۴

(۴) شوقی ،ابوخلیل ،ڈاکٹر ،(مترجم اردو)اطلس القرآن، دارالسلام لاہور،۱۴۲۴ھ، ص۸۱

(۵) دریا آبادی، عبدالماجد، مولانا تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لاہور، حاشیہ نمبر۲۴۲، ص۶۱۹

(۶) ماہنامہ زندگی نو، جامعہ نگر،نئی دہلی، حضرت ابراہیمؑ کا قدیم شہر، لطف اللہ قادری، مولانا، ۲۰۰۹ء، شمارہ ۱۲، ج ۳۵، ص ۵۱

(۷) سورۃ الفجر۸۹: ۵تا۱۴

(۸) الحاقۃ۶۹: ۶

(۹) طبری، ابوجعفر، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، مکتبہ امیریہ قاہرہ مصر، ج۸، ص۱۷۵

(۱۰) ترمذی، ابوعیسیٰ ، سنن، ترمذی، کتاب التفسیر

(۱۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ،کتاب الانبیاء۔

(۱۲) مصباح الدین، شکیل، شاہ، نشانات ارض قرآن، فضلی سنز کراچی ،۲۰۰۵، ص۳۱

(۱۳) عثمانی ، رفیع، مفتی، محمد، انبیاء کی سرزمین میں، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص۱۹۲۔۱۹۳

(۱۴) نشانات ارض قرآن، ص۳۱

(۱۵) حوالہ بالا

(۱۶) انبیاء کی سرزمین میں، ص ۱۹۵۔۱۹۶

(۱۷) حوالہ بالا

(۱۸) نشانات ارض قرآن ص۳۲

(۱۹) الحاقۃ :۶۹ آیت ۵

(۲۰) ابن کثیر، عماد الدین، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، ادارۃ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ، ج ۵، ص۳۷۲

(۲۱) نشانات ارض قرآن، ص۳۵

(۲۲) مودودی، ابوالاعلیٰ ،سید، تفہیم القرآن ،ادارۃ القرآن لاہور، ۱۹۷۹ء ج ۲، ص ۴۸

(۲۳) تاریخ ارض القرآن، ص ۱۹۵؛ ایک عرب محقق بھی اس رائے کی تائید کرتے ہیں مزید تفصیل وتاریخی حوالوں کیلئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھئے:

مہران، محمد بیومی، دکتور، دراسات تاریخیہ من القران الکریم (فی بلاد العرب)، دار النہضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص ۲۶۳

(۲۴) عاصم محمد الحداد، سفر نامہ ارض القرآن، الفیصل پبلیشر لاہور، ص ۱۶۲

(۲۵) مریم ۱۹:۲۳

(۲۶) النمل ۲۷:۵۲

(۲۷) الحاقہ ۶۹:

(۲۸) تفسیر ماجدی، ص ۱۳۷

(۲۹) تفسیر ماجدی، ص ۲۸۱

(۳۰) قرطبی، ابوعبداللہ بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج ۲، ۳۲۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com